جمہوری نظام میں انتخابات کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ مختلف طرح کے انتخابات- مثلاً پارلیمانی، اسمبلی، بلدیاتی اور دیگر انتخابات- لوگوں کو حق رائے دہی کے استعمال کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ وہ اپنی پسند کے امیدوار کے حق میں ووٹ کر سکتے ہیں، البتہ ان کی پسند کا انحصار مذہب پر ہے، ذات یا زبان پر یا کسی اور چیز پر، تو اس کا اثر ووٹنگ پر پڑتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں ایک عرصے سے مذہب کی بنیاد پر یا ذاتوں کی سیاست ہوتی رہی ہے اور گزشتہ دو دہائی میں اس میں اضافہ ہوا ہے۔ دراصل مذہب کی سیاست کی کاٹ کے طور پر ذاتوں کی سیاست کی جاتی ہے اور ذاتوں کی سیاست کی کاٹ کے طور پر مذہب کی سیاست کی جاتی ہے۔ پارٹیاں اسی مناسبت سے امیدواروں کا انتخاب کرتی ہیں۔ بیشتر پارٹیاں وکاس اور ترقی کی باتیں ضرور کرتی ہیں، غریبوں کی فلاح و بہبود کی باتیں ضرور کرتی ہیں مگر امیدواروں کے انتخاب کے وقت یہ دیکھتی ہیں کہ کس انتخابی حلقے میں کس کی اکثریت ہے۔ اسی لیے عام لوگوں کو انہیں لیڈروں میں سے انتخاب کرنا پڑتا ہے اور کئی بار وہ لیڈران جنہوں نے سماج کی فلاح و بہبود کے لیے پوری زندگی وقف کر دی ہے، بڑی پارٹیوں کا ٹکٹ پانے کی ہوڑ میں کہیں نظر نہیں آتے، ان کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہوتے کہ آزاد امیدوار بن کر انتخابی مہم چلا سکیں، انتخاب جیت سکیں، کیونکہ انتخاب لڑنا اب ہر ایک کے بس کی بات نہیں رہ گئی ہے۔ اس بار بھی انتخابی مہم میں مذہب اور ذاتوں کی اہمیت نظر آئی۔ ایک طرف مسلمانوں کے 'ذکر خیر' کے ساتھ کئی انتخابی ریلیاں ہوئیں تو دوسری جانب مختلف ذاتوں کے لوگوں کو لبھانے والے بھاشن ہوئے۔ اس بار بیشتر حلقہ انتخاب میں کم ووٹنگ ہوئی۔ شدید گرمی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے گزشتہ عام انتخابات کے مقابلے اس بار نسبتاً کم لوگ گھروں سے نکلے۔ عام لوگوں کی خاموشی نے یہ پیش گوئی مشکل بنا دی کہ 4 جون، 2024 کو چونکانے والے نتائج آئیں گے یا متوقع نتائج آئیں گے۔ انتخابی تاریخوں کے اعلان کے وقت حالات مختلف تھے، کئی مرحلوں میں انتخابات کرانا تو نا قابل فہم نہیں تھا، البتہ یہ بات نا قابل فہم رہی کہ الیکشن کمیشن آف انڈیا نے 80 پارلیمانی سیٹوں والے اتر پردیش میں بھی 7 مرحلوں میں اور اس سے نصف سیٹوں یعنی 40 سیٹوں والے بہار میں بھی 7 ہی مرحلوں میں انتخابات کیوں کرائے؟ بہار پر اس خصوصی توجہ کی اطمینان بخش وجہ الیکشن کمیشن آف انڈیا کو ضرور بتانی چاہیے اور یہ بھی بتانا چاہیے کہ اس نے تمل ناڈو کی 39، گجرات کی 26، آندھرا کی 25، کیرالہ کی 20، تلنگانہ کی 17، ہریانہ کی 10 سیٹوں پر ایک ہی مرحلے میں انتخابات کیوں کرائے اور مغربی بنگال کی 42 سیٹوں پر 7 مرحلے، مہاراشٹر کی 48 سیٹوں پر 5 مرحلے، مدھیہ پردیش کی 29 سیٹوں پر 4 مرحلے، جھارکھنڈ کی 14 سیٹوں پر 4 مرحلے، راجستھان کی 25 سیٹوں پر 2 مرحلے اور کرناٹک کی 28 سیٹوں پر 2 مرحلے میں انتخابات کیوں کرائے گئے۔ اب تک تقریباً 90 فیصد سیٹوں پر انتخابات ہو چکے ہیں۔ کل یکم جون کو بقیہ سیٹوں پر بھی انتخابات ہو جائیں گے یعنی اب 4 جون، 2024 کی تاریخ بہت قریب آ چکی ہے۔ 4 جون کو انتخابی نتائج آنے کے بعد یہ اندازہ ہو پائے گا کہ لوگوں نے ترجیح کن ایشوز کو دی ہے، آنے والے وقت میں کس طرح کی سیاست اس ملک میں ہوگی۔ انتخابی نتائج سے یہ سمجھنے میں بھی آسانی ہوگی کہ علاقائی پارٹیاں کس حد تک اپنی اہمیت کا احساس دلانے میں کامیاب رہیں۔ اس بار زیادہ تر اپوزیشن پارٹیوں نے کم مسلم لیڈروں کو امیدوار بنایا۔ اس سے عام مسلمانوں کی ایک تعداد نے یہی سمجھا ہے کہ خود کو سیکولر کہنے والی زیادہ تر پارٹیوں کی جتنی دلچسپی مسلم ووٹوں سے ہے اتنی ہی دلچسپی مسلم لیڈروں سے نہیں ہے۔ وہ ایک حد تک ہی مسلمانوں کو سیاست میں موقع دینا چاہتی ہیں۔ یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ وطن عزیز ہندوستان میں پارلیمانی انتخابات کی تاریخ میں اس بار کے انتخابات مختلف طرح کے انتخابات تھے۔ اس ہفتے کا 'دستاویز' 2024 کے عام انتخابات پر مبنی ہے:

پروفیسر مشتاق احمد

اکثریتی طبقے کے درمیان یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی گئی کہ اگر انڈیا اتحاد حکومت میں آتا ہے تو ہندو عورتوں کے منگل سوتر چھینے جائیں گے، ان کی جائیدار تقسیم کی جائے گی، ان کے جانور (بھینس) بھی چھین لیے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پھر اگلے مرحلے میں مسلمانوں کے ریزرویشن کے حوالے سے زہر افشانی شروع ہوئی اور آخر تک مسلمان اور پاکستان کے حوالے سے زہر افشانی کی جاتی رہی مگر شکر منائیے کہ اس ملک کی اکثریت نے ان تمام زہر افشانیوں کو محض انتخابی قلا بازی سمجھا اور جمہوریت کی لاج بچالی۔

اکثریتی طبقے نے بچالی

جمہوریت کی لاج

دنیا میں جہاں کہیں بھی جمہوری نظام حکومت ہے وہاں برسر اقتدار سیاسی جماعت کی مدت کار بھی متعین ہے، اس لیے جس ملک میں جتنی مدت طے ہے وہاں جب حکومت اپنی مدت کار پوری کرتی ہے تو پھر نئی حکومت کے لیے عوام کے حضور میں جاتی ہے اور عوام کے فیصلے کی بنیاد پر نئی حکومت تشکیل پاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جمہوریت کی روح عوام ہے اور جمہوریت کی پاسداری کے لیے یہ لازمی ہے کہ تمام تر جمہوری تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جمہوری نظام حکومت کو عوام کی فلاح و بہبود والی حکومت کہا جاتا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اپنے وطن عزیز ہندوستان میں بھی پارلیمانی انتخابات کی مدت طے ہے کہ ہر ایک پانچ سال کے بعد برسر اقتدار پارٹی کو اپنے رائے دہندگان کے حضور میں جانا پڑتا ہے۔ اس بار اپنے ملک میں سات مرحلوں میں اس جمہوری تقاضوں کو پورا کرنے کا عمل جاری ہے اور اب آخری مرحلہ اختتام کو پہنچ چکا ہے۔

انتخابی نتائج کا نہ صرف اپنے ملک کے تمام شہریوں کو بلکہ عالمی برادری کو بھی بے صبری سے انتظار ہے۔ انتظار اس لیے نہیں ہے کہ اقتدار میں کون سی سیاسی جماعت آتی ہے اور کس سیاسی جماعت کے منصوبے پر پانی پھرتا ہے، اس انتخاب کے نتائج کی غیر معمولی اہمیت اس لیے ہے کہ ہندوستان کا یہ پہلا پارلیمانی انتخاب ہے جس میں نہ صرف انتخابی ضابطۂ اخلاق بلکہ آئین کی بھی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ کسی بھی جمہوری ملک میں سیاسی جماعتیں اپنی جیت کو یقینی بنانے کے لیے طرح طرح کے وعدے کرتی ہیں اور اپنے ارادے بھی ظاہر کرتی ہیں۔ برسر اقتدار جماعت اپنی کارکردگی کی بدولت اپنی واپسی کے لیے کوششیں کرتی ہے اور اپوزیشن حکومت کی ناکامیوں کو اجاگر کرتا ہے اور اگر وہ اقتدار میں آتا ہے تو کیا کرے گا، اس کا خلاصہ عوام کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ اس پارلیمانی انتخاب میں برسر اقتدار جماعت کی طرف سے جس طرح اپنی کارکردگی کو پس پشت رکھ کر اشتعال انگیزی اور ملک کے ایک خاص طبقے کے خلاف اکثریتی طبقے کے ذہن میں گمراہی پیدا کرنے اور نفرت بھرنے کی دانستہ کوشش ہوئی، وہ ہندوستان جیسے کثیر المذاہب اور کثیر اللسان و تہذیب و تمدن والے خطۂ امن کے لیے خطرناک ہے۔

اب پارلیمانی انتخاب کا ساتواں اور آخری مرحلہ ختم ہونے کو ہے اور وہ تمام تر نفرت انگیز تقریروں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے مگر اس کے اثرات فوراً زائل ہو جائیں گے، یہ ممکن نہیں ہے۔ برسر اقتدار سیاسی جماعت جس نظریے کی پروردہ ہے اور اس نظریے کے جو علمبردار ہیں، وہ انتخابی عمل کے پورا ہونے کے بعد اکثریتی طبقے کے درمیان اقلیتی مسلم طبقے کے خلاف زہرافشانی کو ترک کر دیں گے، ایسا شاید نہیں ہوگا، کیونکہ آئندہ سال کئی ریاستوں میں اسمبلی انتخابات ہونے ہیں اور پھر اسی طرح کی ماحول سازی ہوگی۔ قابل مبارکباد ہیں اس ملک کے اکثریتی طبقے کے وہ جیالے جنہوں نے اپنی کوششوں سے ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو قائم رکھنے میں دن رات جد وجہد کی اور ملک میں کہیں بھی مسلم اقلیتی طبقے کے خلاف ویسی واردات رونما نہیں ہوئی جیسا کہ برسر اقتدار کے لیڈران اور بالخصوص ہمارے وزیراعظم اپنی زہرافشانی سے پرامید تھے۔ جہاں تک اس پارلیمانی انتخاب کی بساط کا سوال ہے تو انتخابات کی تاریخ کے اعلان کے ساتھ ہی طرح طرح کی سازشیں شروع ہو گئی تھیں تاکہ عوام برسر اقتدار جماعت سے کوئی سوال نہیں کر سکیں۔ کسی بھی جمہوری ملک کو استحکام بخشنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس ملک میں انتخابی عمل صاف و شفاف اور سنجیدہ ماحول میں پورا ہو لیکن ایک طرف ہمارے قومی میڈیا نے اس انتخابی عمل کو اپنے غیر جمہوری عمل سے متاثر کرنے کی ناکام کوشش کی کہ برسر اقتدار جماعت کے چھوٹے بڑے تمام لیڈروں کے الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں متواتر انٹرویو نشر اور شائع ہوتے رہے اور ہر ایک مرحلے کے بعد نئے نئے انٹرویو کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی تو دوسری طرف عین انتخابی عمل کے آغاز کے ساتھ ملک میں آئی پی ایل کا آغاز ہوا جس میں نوجوان طبقے کو الجھائے رکھنے کی سوچی سمجھی کوشش کی گئی مگر باوجود اس کے اس انتخاب میں عوام الناس نے اپنے مسائل کو پیش نظر رکھ کر خاموش طریقے سے ووٹ ڈال کر یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان میں جمہوریت کی جڑیں کتنی مستحکم ہیں۔ واضح ہو کہ انتخاب کے ہر مرحلے کے مکمل ہونے کے بعد برسر اقتدار پارٹی کا بیانیہ تبدیل ہوتا رہا۔ پہلے تو انہوں نے یہ نعرہ بلند کیا کہ 'جو رام کو لائے ہیں انہیں وہ لائیں گے' لیکن عوام نے اس جذباتی نعرے کی ہوا نکال دی تو پھر ایک خاص سیاسی جماعت کے انتخابی منشور پر مسلم لیگی کہہ کر اکثریتی طبقے کے ذہن میں زہر بھرنے کی کوشش ہوئی لیکن شاید یہ کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی اور پھر ملک کی ایک بڑی اقلیت مسلمانوں کے خلاف اکثریتی طبقے کو مشتعل کرنے کی غیر اخلاقی اور غیر آئینی کوشش شروع ہوئی۔ اکثریتی طبقے کے درمیان یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی گئی کہ اگر انڈیا اتحاد حکومت میں آتا ہے تو ہندو عورتوں کے منگل سوتر چھینے جائیں گے، ان کی جائیدار تقسیم کی جائے گی، ان کے جانور (بھینس) بھی چھین لیے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پھر اگلے مرحلے میں مسلمانوں کے ریزرویشن کے حوالے سے زہرافشانی شروع ہوئی اور آخر تک مسلمان اور پاکستان کے حوالے سے زہرافشانی کی جاتی رہی مگر شکر منائیے کہ اس ملک کی اکثریت نے ان تمام زہرافشانیوں کو محض انتخابی قلابازی سمجھا اور جمہوریت کی لاج بچالی۔

ایک طرف اکثریتی طبقے کے جمہوریت پسند عوام نے ملک کی فضا کو سازگار بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کیا تو دوسری طرف اپوزیشن اتحاد نے بھی برسر اقتدار پارٹی کے ہر حربے کو ناکام کیا اور صرف اور صرف برسر اقتدار پارٹی کی ناکامیوں کو عوام کے سامنے پیش کرتے رہے۔ حکومت ہر مرحلے کے بعد اپوزیشن کے جارحانہ ترکی بہ ترکی جواب سے گھرتی چلی گئی بالخصوص کانگریس کے راہل گاندھی، پرینکا گاندھی، راشٹریہ جنتا دل کے تیجسوی یادو، شیو سینا کے ادھو ٹھاکرے، بیجو جنتا دل کے نوین پٹنایک اور سماجوادی کے اکھلیش یادو کے ساتھ ساتھ بایاں محاذ کے لیڈروں نے جس حوصلے اور دلائل سے برسر اقتدار کے تمام لیڈران کی گمراہی کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ ملک میں بڑھتی ہوئی بیروزگاری، معاشی بدحالی، برسر اقتدار جماعت کی بدعنوانیوں اور بڑے بڑے صنعتی گھرانوں کے ہاتھوں میں ملک کے قدرتی وسائل کو کوری کے مول دینے جیسی تلخ سچائیوں کو اجاگر کیا، اس سے نہ صرف ان سیاسی جماعتوں کی راہیں ہموار ہوئیں بلکہ ہماری جمہوریت کی صحت کے لیے بھی یہ مفید ثابت ہوگا۔ یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ قومی جمہوری اتحاد میں رہتے ہوئے بہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار اور آندھرا پردیش میں چندرابابو نائیڈو اپنی تمام تقریروں میں صرف اور صرف اپنے کاموں کے بدلے میں ووٹ دینے کی اپیل کرتے رہے۔ نتیش کمار نے وزیراعظم کی موجودگی میں بھی ہندو- مسلم اتحاد اور ریاست میں ترقیاتی کاموں کو ہی اپنی تقریر کا محور و مرکز بنائے رکھا، یہ قابل تحسین ہے، ورنہ جس طرح اس انتخاب میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا اور قومی میڈیا کے ذریعے گمراہی پھیلائی گئی اگر اپوزیشن اتحاد اور اکثریتی طبقے کے جمہوریت پسند عوام صف بند نہیں ہوتے تو ہمارے قومی اتحاد کو بڑا خسارہ ہو سکتا تھا۔ اس انتخاب میں اخلاقیات کی پامالی کس طرح ہوئی ہے، وہ جگ ظاہر ہے کہ کولکاتا ہائی کورٹ کو ایک اخباری اشتہار کے خلاف حکم صادر کرنا پڑا اور عدالت عظمیٰ نے بھی کولکاتا ہائی کورٹ کے فاضل جج کے فیصلے کو برقرار رکھا کہ برسر اقتدار سیاسی جماعت کی طرف سے ممتا بنرجی کے خلاف جس طرح کا اشتہار شائع کیا گیا تھا، وہ نہ صرف غیر اخلاقی ہے بلکہ ایک مہذب سماج کے لیے بھی مضر ہے مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے ملک کا انتخابی کمیشن تمام تر آئینی اور اخلاقی تقاضوں کی پامالی کا تماشائیں رہا اور نتیجہ ہے کہ انتخابی کمیشن کے تئیں طرح طرح کی آرا عام ہو گئی ہے اور انتخابی نتائج کے متعلق بھی طرح طرح کے اندیشے ظاہر ہونے لگے ہیں۔

بہر کیف! اس پارلیمانی انتخاب کے نتائج جو بھی ہوں مگر اس انتخاب میں ملک کے جمہوریت پسند عوام اور اپوزیشن اتحاد نے جس طرح تمام تر مالی پریشانیوں اور آئینی اداروں کی یکطرفہ کارروائی کے باوجود ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی بنائے رکھنے اور برسر اقتدار پارٹی کی ہر ایک مرحلے کے بعد بدلتی شطرنجی چالوں کو ناکام کرنے کا حوصلہ دکھایا اور عوام کے سامنے ملک کی حقیقی تصویر پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی، وہ ہماری جمہوریت کے تحفظ کے لیے ضروری تھا۔ اپوزیشن اتحاد کی کوششیں کیا رنگ لائیں گی، اس کے متعلق ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا لیکن اپوزیشن اتحاد کے لیے اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے،، بقول نواب محمد یار خاں امیر:

شکست و فتح میاں اتفاق ہے لیکن
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

برسر اقتدار پارٹی جس طرح ہر ایک مرحلے کے بعد اپنا سیاسی موقف اور بیانیہ تبدیل کرتی رہی، عوام الناس کے سامنے اپنی دس سالہ کارکردگی کا احتسابی جائزہ پیش کرنے میں ناکام رہی اور ملک میں جس طرح زہرافشانی کے ذریعے ایک خاص طبقے کو نشانہ بنایا گیا، وہ نہ صرف ہندوستان کی انتخابی تاریخ کا ایک سیاہ باب ثابت ہوگا بلکہ پوری دنیا میں ہماری جمہوریت کی جو صاف و شفاف شبیہ ہے، اس کو بھی خسارہ عظیم پہنچائے گا۔ جس طرح پہلے مرحلے سے لے کر آخری مرحلے تک برسر اقتدار جماعت اپنے سیاسی بیانیے میں تبدیلی کرتی رہی، اس کے متعلق بقول غالب یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں

rm.meezan@gmail.com

اپریل کے اوپینین پولس

یکم جون، 2024 کو انتخابات کے آخری مرحلے کے بعد ایگزٹ پولس آجائیں گے مگر یہ جاننا کم ضروری نہیں ہے کہ اپریل 2024 میں آنے والے والے اوپینین پولس کیا تھے۔ اس سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ جنوری 2023 میں کیا اوپینین پول آئے تھے۔ انڈیا ٹوڈے- سی ووٹر نے جنوری 2023 میں 140,917 لوگوں کی آرا جاننے کے لیے اوپینین پول کیا تھا۔ اس میں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ این ڈی اے کو 298 اور 'انڈیا' کو 153 سیٹیں آسکتی ہیں۔ اسی اوپینین پول میں یہ بھی اندازہ لگایا گیا تھا کہ این ڈی اے کو 43 فیصد اور 'انڈیا' کو 30 فیصد ووٹ ملنے کا امکان ہے۔ اب اپریل 2024 میں کیے جانے والے دو

اے بی پی نیوز- سی ووٹر کے اپریل 2024 کے اوپینین پول میں این ڈی اے کو 373، 'انڈیا' کو 155 سیٹیں ملنے کا اندازہ لگایا تھا۔ یہ بھی اندازہ لگایا گیا تھا کہ این ڈی اے کو 46.6 فیصد، 'انڈیا' کو 39.8 فیصد ووٹ مل سکتے ہیں۔

اوپینین پولس، ٹائمز ناؤ اور اے بی پی نیوز- سی ووٹر، کا ذکر۔ ٹائمز ناؤ نے 271,292 لوگوں پر اوپینین پول کیا تھا۔ اس میں اس نے اندازہ لگایا کہ این ڈی اے کو 384 اور 'انڈیا' کو 118 سیٹیں مل سکتی ہیں۔ اے بی پی نیوز- سی ووٹر نے بھی اپریل 2024 میں ہی اوپینین پول کیا تھا اور اس میں اس نے 57,566 لوگوں کی آرا جاننے کے بعد یہ اندازہ لگایا تھا کہ این ڈی اے کو 373 اور 'انڈیا' کو 155 سیٹیں مل سکتی ہیں۔ اسی اوپینین پول سے یہ بھی اندازہ لگایا گیا تھا کہ این ڈی اے کو 46.6 فیصد اور 'انڈیا' کو 39.8 فیصد ووٹ ملنے کا امکان ہے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہوگی کہ یہ اوپینین پولس کتنے صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ ■

اس بار حالات مختلف تھے

حالات بدلتے رہتے ہیں۔ 2014 کے عام انتخابات میں بدعنوانی اور مہنگائی دو بڑے ایشوز تھے۔ لوگوں نے ذہن بنا لیا تھا کہ منموہن حکومت کو بدل ڈالنا ہے اور بدل دیا۔ یہ بات الگ ہے کہ بی جے پی کی سربراہی والے این ڈی اے نے جتنی بڑی جیت حاصل کی تھی، اتنی بڑی جیت کی امید کم ہی لوگوں کو رہی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ 1984 کے بعد سے کسی بھی پارٹی یا اتحاد کو اکثریت نہیں ملی۔ 1989 سے اتحادی حکومتیں بنتی رہی تھیں۔ ایک پارٹی کی حکومت کی مدت کار پوری ہو جانے کے بعد اکثر انٹی اِن کمبینسی کے بارے میں سوچا جاتا ہے مگر یہ سوال ابھی بھی ایک سوال ہی ہے کہ کیا 2019 میں کوئی انٹی اِنکمبینسی تھی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ 2019 کے انتخابات عام حالات میں نہیں ہوئے تھے۔ پلوامہ کا واقعہ ہو چکا تھا۔ ایک وقت ایسا لگا تھا کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ چھڑ جائے گی۔ جنگ نہیں ہوئی مگر لوگ اس بات کے خواہشمند ضرور تھے کہ پاکستان کو مزہ چکھایا جائے۔

دراصل 2019 کی طرح اس بار کوئی کلیدی ایشو نہیں تھا۔ اور جن ایشوز کو ایشوز بنانے کی کوشش کی گئی، وہ بن نہیں پائے۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ اس بار 'انڈیا' کی پارٹیوں نے زبردست اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ ایک سیٹ پر ایک ہی امیدوار کھڑا کیا۔ ایک دوسرے کے امیدواروں کے لیے جم کر انتخابی تشہیر کی۔

اس وقت کی مودی حکومت کا پاکستان کو جواب لوگوں کو کافی پسند آیا تھا۔ 2019 کے عام انتخابات کے وقت پلوامہ کا واقعہ ہی سب سے بڑا ایشو تھا۔ جو ایشوز تھے، وہ اس ایشو کے سامنے کہیں ٹک نہیں پائے تھے۔ زیادہ تر اپوزیشن پارٹیوں کے لیے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ ان حالات میں وہ کس طرح انتخابی مہم چلائیں، کن ایشوز کو اٹھائیں، کن ایشوز کو اٹھا کر حکمراں اتحاد کو گھیریں، اس پر حاوی ہوں۔ 2019 میں اپوزیشن پارٹیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں تال میل نہیں بن پایا تھا۔ اس کا بھی فائدہ حکمراں اتحاد کو ملا لیکن 2014 کے حالات مختلف رہے۔ 2019 میں بی جے پی کی سربراہی والے این ڈی اے حکومت کی زبردست کامیابی کے بعد ایسا لگا تھا کہ اپوزیشن پارٹیاں متحد ہو جائیں گی۔ شروع سے ہی ایک اسٹریٹجی بنا کر کام کریں گی۔ 2022 تک یہ امید نہیں تھی کہ اپوزیشن پارٹیوں کا کوئی اتحاد بن پائے گا لیکن بی جے پی اتحاد سے الگ ہوئے نتیش کمار کی کوششوں سے اتحاد بن گیا۔ اس کا نام 'انڈیا' رکھا گیا۔ بعد میں نتیش پھر بی جے پی کے ساتھ چلے گئے۔ شیو سینا اور این سی پی ٹوٹ گئیں۔ ممتا بنرجی نے تنہا لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہیمنت سورین اور کجریوال جیل میں ڈال دیے گئے۔ اس سے 'انڈیا' اتحاد کے بکھر جانے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ یہ اندیشہ غلط ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ 2019 کی بہ نسبت 2024 میں حالات بدلے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ دراصل 2019 کی طرح اس بار کوئی کلیدی ایشو نہیں تھا۔ اور جن ایشوز کو ایشوز بنانے کی کوشش کی گئی، وہ بن نہیں پائے۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ اس بار 'انڈیا' کی پارٹیوں نے زبردست اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ ایک سیٹ پر ایک ہی امیدوار کھڑا کیا۔ ایک دوسرے کے امیدواروں کے لیے جم کر انتخابی مہم چلائی۔ ملکارجن کھرگے، راہل گاندھی، پرینکا گاندھی، تیجسوی یادو، اکھلیش یادو، کجریوال اور 'انڈیا' کے دیگر لیڈروں نے جی جان لگا کر انتخابی تشہیر کی۔ اسی لیے نتائج جاننے کے لیے 4 جون کا انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔ سیاسی تجزیہ کار انتخابی نتائج کے بارے میں دعوے سے کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ■